# تصوف اسلامی

# حضرت علیؑ سرچشمۂ عرفان

پروفیسر سید محمد عزیز الدین حسین ہمدانی

تصوف وعرفان کا تعلق صفائی باطن یا تصفیہ اخلاق واصلاح وتعمیر ظہری وابطن ہے۔ ابو جحیفہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ تشریف فرما تھے اسی حالت میں آپ کا رنگ متغیر تھا آپ نے فرمایا'' دنیا کی صفائی گئی اور کدورت باقی رہ گئی پس آج کل ہر مسلمان کے لیے موت ایک تحفہ ہے''۔ (رسالہ قشیریہ۔ ۶۲۱) جب کوئی شخص عرفان کے ان راز ہائے بستہ کی تلاش میں نکلتا ہے تو اس کے اندر کی روشنی اس میں مدد گار ہوتی ہے۔ اور یہ روشنی اس کی اپنی اندرونی پاکیزگی کے ساتھ بڑھتی چلی جاتی ہے اور آخر کار اسے نفسانی خواہشات اور دنیاوی لذات سے دور کردیتی ہے، زہد وفقر سے اس کو جلا حاصل ہوتی ہے۔ جو چیز تصوف عرفان کو ترک لذات دنیوی سے ہمکنار کرتی ہے، اس کا نام ہے عشق۔ یہ عشق ہی تو ہے جو عارف کو ہر طرح کے مصائب کو تحمل کرنے کی صلاحیت عطا کرتا ہے، تمام تکالیف کو برداشت کرنے کی قوت عطا کرتا ہے۔

تصوف وعرفان سے متعلق تصورات قرآن حکیم میں موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔'' بیشک اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کئے رہتے ہیں اور جو لوگ حسن سلوک اختیار کئے رہتے ہیں''(النمل:۱۲۸) قرآن حکیم میں ارشاد ہورہاہے۔'' اور اگر تم صبر اور تقویٰ اختیار کروتو یہ معاملات کو پختگی سے انجام دینے کا طریقہ ہے۔''( آل عمران:۱۸۲)

پھرارشاد باری تعالیٰ ہوتاہے۔''سو تم لوگ نیک کاموں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے میں کوشش کرو (البقرہ:۱۴۸) پھر ارشاد ہورہاہے'' اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز کھیل تماشے کے اور تقویٰ رکھنے والوں کے حق میں یقیناً آخرت کا گھر کہیں بہتر ہے۔ تو کیا تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے (الانعام :۳۲) اللہ صبر کو ترجیح دیتاہے اور قرآن حکیم نے واضح کردیاہے'' اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت رکھتاہے۔'' (البقرہ : ۲۴۹) اور نیک کام کرتے رہو یقیناً وہ احسان کرنے

والوں کو دوست رکھتا ہے (البقرہ: ۱۹۰)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے'' آپ نیکی سے بدی کو ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے وہ ایسا ہوجائے گا جیسے وہ آپ کا دلی دوست ہے۔ (حٰمٓ السجدہ: ۳۴) پھر ارشاد فرمایا ہے۔'' ایسے لوگ جنھیں خرید و فروخت ،ذکر خدا، نماز وزکوٰۃ سے غافل نہیں کرتی (سورہ نور:۳۷) جب عرفان کامل کے ساتھ حق تعالیٰ کی محبت وعشق کا جذبہ بھی عارف کے دل میں پیدا ہوجاتا ہے تو وہ اپنی عبدیت کی تحقیق کے ساتھ جنت میں داخل ہوجاتا ہے۔ اور ہر وقت چشمہ قرب سے شراب محبت میں سرشار رہتا ہے۔ دعوتی کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے بھی ہمیں یہی عرفان حاصل ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآنی جمالیات کا مکمل اور اعلیٰ ترین نمونہ وپیکر ہیں جیسا کہ قرآن حکیم میں آپ کے لیے ارشاد ہوا ہے: بے شک تم خلق عظیم پر فائز ہو۔ آپؐ نے فرمایا مومن سراپا الفت ومحبت ہے اس آدمی میں سرے سے کوئی بھلائی نہیں جو نہ دوسرے لوگوں سے محبت کا سلوک کرے اور نہ دوسرے ہی اس سے محبت کریں۔ (مشکوٰۃ) ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ صحابہ نے رسولؐ اللہ سے عرض کیا یا رسولؐ اللہ کون سا مسلمان افضل ہے۔ فرمایا جس کے ہاتھ اور زبان سے دیگر مسلمان سلامت رہیں (بخاری) حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا'' نیکی کی رہنمائی کرنے والے نیکی کرنے والے کے مثل ہیں اور اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دستگیری کو پسند کرتا ہے۔(بخاری) ہمارے نبیؐ کا ارشاد ہے کہ تمام عالم کے لیے دعا مانگو شاید اللہ تعالیٰ تم پر بھی رحم کرے'' پیغمبرؐ کا فخر''،'' میر الفقر میرا امتیاز ہے'' حضور انور اس دعاء سے محبت ہی کو طلب کرنے کی تعلیم دے رہے ہیں۔ کیونکہ عرفان کے بغیر رویت نہیں اور رویت ومحبت کے بغیر لذت نہیں۔ظاہر ہے کہ جس چیز کی معرفت ہی نہ ہو، انسان کو اس کی رویت کا بھی اشتیاق نہ ہوگا اور جس کو اشتیاق ہی نہ ہو اس کو رویت سے لذت بھی حاصل نہیں ہوگی۔ لہٰذا لذت کی حقیقت محبت ہے اور محبت رویت پر منحصر ہے اور رویت بغیر معرفت کے ناممکن ہے۔ ظاہر ہے کہ عرفان وعشق دونوں ضروری ہیں اور ان ہی کا نتیجہ لذت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصود ہی مکارم اخلاق کی تمیم بیان کرنے پر رکھا۔

حضرت علیؑ کی شخصیت کی تعمیر میں آنحضرتؐ کا بڑا اہم کردار رہا ہے۔ مولا علیؑ کی شخصیت کے مختلف عناصر کی تشکیل رسولِ خداؐ کی نگرانی میں ہوئی یہاں تک کہ آپ کی ذات گرامی نبوت اور اس

کی خصوصیت کے علاوہ رسولِ خداؐ کی شخصیت کے مختلف فکری اور اعتقادی زاویوں کی ایک حقیقی تصویر بن گئی۔ حضرت عمار یاسر فرماتے ہیں ''رسولؐ خدا نے علیؑ کو مخاطب کرکے فرمایا'' خداوند عالم تمہیں ایسے زیورات سے سجائے جن سے اس نے اپنے کسی بندے کو آراستہ نہ کیا ہو۔ وہ خدا کے خالص اور نیک بندوں کا مخصوص زیور ہے جو زہد اور دنیا سے بے رغبتی ہے تمہیں خدا نے ایسا بنایا ہے کہ تم دنیا کی کسی بھی شے سے اپنے آپ کو آلودہ نہ کرو۔'' (مناقب آل ابی طالب۔ ۲۹۴)

ام سلمی سے روایت ہے کہ رسول خداؐ نے فرمایا: خداوند عالم نے ہر نبی کے لئے ایک وصی منتخب کیا اور میرے بعد علیؑ میری عترت، میرے اہل بیت اور میری امت میں میرے وصی ہیں'' شیخ شرف الدین یحیٰ منیری فرماتے ہیں قاضی نے عرض کیا کہ اس آیت کریمہ: **ویطعمون الطعام علی حبّه مسکیناً ویتیماً واسیراً**۔ اورکھانا کھلاتے ہیں اس کی محبت میں مسکین اور یتیم اور اسیر کو، کا نزول کس کے حق میں ہے؟

حضرت مخدوم عظمہ اللہ نے فرمایا اس کا نزول امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے حق میں ہے۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ حسنؑ وحسینؑ علیل ہوگئے۔ حضور پرنور رسول خداؐ ان دونون کو دیکھنے کے لئے آئے۔ سیدۃ النساء العالمین فاطمۃ الزہراؑ اور سیدنا علی المرتضیؑ سے فرمایا۔ آپ دونوں منت مان لیجئے۔ اس نذر کی برکت سے خداوند تعالیٰ انہیں شفا عطا فرمائے گا۔ امیر المومنین حضرت علیؑ اور سیدۃ النساء العالمین فاطمہ زہراؑ نے تین روزوں کی نذر مان لی۔ اس وقت فضہ نامی کنیز بھی آپ کے پاس تھیں انہوں نے بھی ان دونوں کی موافقت میں منت مان لی۔ اس کے بعد اللہ رب العزت نے حسنؑ وحسینؑ کو شفا عطا فرمائی، تو انہوں نے منت ادا کرنے کے لیے روزہ رکھنا شروع کیا۔ پہلے دن جب روزہ رکھا تو شام کے وقت تین روٹیاں پکائیں۔ افطار کیلئے جب روٹی سامنے رکھی گئی اس وقت ایک مسکین نے آکر صدا دی کہ اے اہل بیت نبوت والرحمہ مسکینوں سے ایک مسکین ہوں مجھے کھلایئے۔ امیر المومنین حضرت علیؑ وفاطمہؑ نے اپنی دونوں روٹیاں اس مسکین کو دیدیں اور ان کی کنیز نے بھی اپنی روٹی دے دی۔ اور پھر دوسرے اور تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد جناب جبرئیل علیہ السلام یہ آیہ کریمہ لے کر حضور کے پاس آئے۔ اس آیت کا نزول انہیں کے حق میں ہے اس کام کا صدور چونکہ انہیں اہل بیت سے ہوا اس لئے مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کا نزول انہیں کے حق میں ہے۔ (معدن المعانی۔۵۰۷) حافظ شاہ محمد علی حیدر، ''مناقب المرتضی من مواہب

المصطفیٰ'' میں غدیر کا واقعہ ان حافظ میں رقم فرماتے ہیں۔''جس سال حضور اکرمؐ نے حج آخر کیا، راستے میں ایک جگہ ٹھہر کر رسولؐ خدا نے حکم دیا: نماز با جماعت پڑھی جائے۔ اس کے بعد آپ نے علیؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: کیا میں مومنوں کے نفسوں پر ان سے زیادہ حق دار نہیں ہوں؟ تو انہوں نے کہا، کیوں نہیں؟ تب آنحضرتؐ نے فرمایا: تو یہ علیؑ بھی اس کے ولی ہیں جس کا میں مولا ہوں۔ پروردگارا! اسے دوست رکھ اور اسے دشمن رکھنا جو اس سے دشمنی کرے' اس دور کی اہم شخصیات جن حضرات نے حدیث غدیر کو روایت کیا ہے ان میں حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت عباس بن عبدالمطلب، حضرت عمار یاسر، حضرت ام سلمی، حضرت فاطمہ بنت حمزہ، وغیرہ کے نام بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں ابن المسیب سے روایت کرتے ہیں کہ'' حضرت عمر فرماتے تھے اشراف کو قبول کرو اور ان کو دوست رکھو اور کمینہ آدمیوں سے آبرو بچاؤ اور یہ سمجھ لو کہ کوئی شرف تمام نہیں ہوتا بغیر علیؑ کی ولایت کے۔ اموی حکمراں عمر بن عبدالعزیز کا قول ہے ۔ رسول اللہؐ کے بعد امت مسلمہ میں کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جو علیؑ سے زیادہ زاہد ہو، انہوں نے اینٹ پر اینٹ نہیں رکھی یہاں تک کہ سرکنڈوں کی چھت بھی نہ بنائی (تذکرۃ الخواص۔۱۱۷)

مولانا ضیاء الدین برنی جو حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید تھے، لکھتے ہیں'' صحابہ میں مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو کئی حیثیتوں سے مسلمہ طور پر شرف حاصل ہے۔ سب سے پہلے یہ کہ وہ رسول اللہؐ کے چچا زاد بھائی؛ دوسرے یہ کہ حضرت مصطفےٰؐ نے حضرت علیؑ کی ماں اور باپ کی تربیت میں پرورش پائی۔ تیسرے یہ کہ رسول اللہؐ کے نور نظر یعنی حسنؑ وحسینؑ کے باپ تھے۔ چوتھے یہ کہ پیغمبرؐ نے ان کو صحابہ میں سب سے بڑا زاہد کہا ہے۔ پانچویں یہ کہ صحاب میں وسعتِ علم کے لحاظ سے ان کی نظیر نہ تھی، چھٹے یہ کہ بیعت اسلام سے پہلے بھی، کفر وشرک ان کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی داخل نہ ہوا۔ ساتویں یہ کہ ان کی سخاوت کے متعلق چند آیتیں نازل ہوئیں۔ (تاریخ فیروز شاہی: ۴۵) عقبہ بن علقمہ بیان کرتے ہیں کہ میں علیؑ کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ آپ کے سامنے سوکھی ہوئی روٹیاں رکھی ہوئی ہیں اور اس کے ٹکڑے کھا رہے ہیں۔ میں نے کہا: امیر المومنین آپ یہ کھاتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا رسول خداؐ اس سے زیادہ خشک روٹی کھاتے تھے اور اسے زیادہ کھردرا لباس پہنتے تھے۔ لہٰذا میں نے اگر ان باتوں پر عمل نہ کیا جن پر آنحضرتؐ عمل کرتے تھے تو مجھے ڈر ہے کہ میں ان سے ملحق ہی

نہ ہوسکوں گا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ حکم خدا کو وہی شخص رائج کرسکتا ہے جو سازش ،ضعیف عمل اور ہوائے نفس کی پیروی کرنے والا نہ ہو۔ ان ہی خصائص کی بنا پر زیادہ تر صوفیائے کرام مولا علیؑ کی ولایت کے قائل ہیں۔ حضرت سید محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز فرماتے ہیں:

غزل کیوں نا کہی نادر کرم ایسے ولی کا ہے
ثنا یوسب کیا سو میں دیکھو حضرت علی کا ہے

تربیت، علم وتعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے اپنے بیٹے حسنؑ سے خطاب کرتے ہیں ''تمہاری اخلاقی تربیت بھی پیش نظر ہے لہٰذا مناسب سمجھا کہ یہ تعلیم وتربیت اس حالت میں ہو کہ تم نو عمر اور بساط دہر پر تازہ وارد ہو اور تمہاری نیت کھری اور نفس پاکیزہ ہو اور میں نے چاہا تھا کہ پہلے کتاب خدا، احکام شرع اور حلال وحرام کی تعلیم دوں اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں کا رخ نہ کروں، لیکن یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ کہیں وہ چیزیں جن میں لوگوں کے عقائد اور مذہبی خیالات میں اختلاف ہے،تم پر اسی طرح مشتبہ نہ ہوجائیں جیسے ان پر مشتبہ ہوگئی ہیں باوجود یہ کہ ان غلط عقائد کا تذکرہ تم سے مجھے ناپسند تھا۔ مگر اس پہلو کو مضبوط کردینا تمہارے لئے مجھے بہتر معلوم ہوا۔'' (نہج البلاغہ ۶۹۴) پھر علم کے حصول کے سائنٹفک طریقہ پر جو آج جدید تاریخ نگاری میں رائج ہے، فرماتے ہیں'' جس راہ پر تمہارے آباواجداد اور تمہارے گھرانے کے افراد چلتے رہے ہیں اسی پر چلتے رہو لیکن اگر تمہارا نفس اس کے لئے تیار نہ ہو کہ بغیر ذاتی تحقیق سے علم حاصل کئے ہوئے جس طرح انہوں نے حاصل کیا تھا ان باتوں کو قبول کرے تو بہر حال یہ لازم ہے کہ تمہارے طلب کا انداز سیکھنے اور سمجھنے کا ہو اور جب یہ یقین ہوجائے کہ اب تمہارا دل صاف ہوگیا ہے اور اس میں اثر لینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی اور ذہن پورے طور پر یکسوئی کے ساتھ تیار ہے اور تمہارا ذوق وشوق ایک نقطہ نظر پر جم گیا ہے تو پھر ان مسائل پر غور کرو جو میں نے تمہارے سامنے بیان کئے ہیں۔ (نہج البلاغہ ۷۰۲)

علمائے بےعمل کی مذمت ان الفاظ میں فرماتے ہیں'' تم کو ان لوگوں میں سے نہ ہونا چاہئے کہ جو عمل کے بغیر حسن انجام کی امید رکھتے ہیں اور امیدیں بڑھا کر توبہ کو تاخیر میں ڈال دیتے ہیں جو دنیا کے بارے میں زاہدوں کی سی باتیں کرتے ہیں مگر ان کے اعمال دنیا طلبوں کیلئے ہوتے ہیں۔ اگر دنیا انہیں ملے تو وہ سیر نہیں ہوتے اور اگر نہ ملے تو قناعت نہیں کرتے جو انہیں ملا ہے اس پر شکر سے قاصر رہتے ہیں اور جو بچ رہا ہے اس کے اضافہ کے خواہشمند رہتے ہیں۔ دوسروں کو منع کرتے

ہیں اور خود باز نہیں آتے (نہج البلاغہ ۸۵۳) عالم بے عمل کی مزید مذمت وضاحت کے ساتھ ان الفاظ میں فرماتے ہیں'' وہ عالم جو اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا وہ اس سرگرداں جاہل کے مانند ہے جو جہالت کی سرمستیوں سے ہوش میں نہیں آتا۔ بلکہ اس پر اللہ کی حجت زیادہ ہے اور اللہ کے نزدیک وہ زیادہ قابل مذمت ہے۔'' (نہج البلاغہ ۳۱۲)

قرآن حکیم کی اس آیت یعنی'' نصیحت وعبرت حاصل کرو گذرتے ہوئے لوگوں کے اچھے اور برے معاملات سے'' کی تشریح کے طور پر آپ فرماتے ہیں'' اگر چہ میں نے اتنی عمر نہیں پائی جتنی اگلے لوگوں کی ہوا کرتی تھی۔ پھر میں نے ان کی کارگذاریوں کو دیکھا، ان کے حالات وواقعات میں غور کیا اور ان کے چھوڑے ہوئے نشانات میں سیرو سیاحت کی، یہاں تک کہ گویا میں بھی انہیں میں ایک ہو چکا ہوں بلکہ ان سب کے حالات ومعلومات جو مجھ تک پہنچ گئے ہیں ان کی وجہ سے ایسا ہے کہ گویا میں نے ان کے اول سے لے کر آخر تک کے ساتھ زندگی گزاری ہے۔'' (نہج البلاغہ ۶۹۴) یہ مولا علیؑ کا نہایت اہم خطبہ ہے اس لئے کہ اس خطبہ میں آپ نے تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت کو واضح الفاظ میں بیان فرمایاہے جو زہدو عرفان کے سفر میں بڑی مدد کا حامل ہے۔ لیکن آج ہمارا حشر یہ ہے کہ ہم اپنی تاریخ سے ہی واقف نہیں۔

پھر حصول علم کے بعد کیا ہوتا ہے، آپ فرماتے ہیں'' علم نے انہیں ایک دم حقیقت و بصیرت کے انکشافات تک پہنچا دیا ہے وہ یقین واعتماد کی روح سے گھل مل گئے ہیں اور ان چیزوں کو جنہیں آرام پسند لوگوں نے دشوار قرار دے رکھا تھا اپنے لئے سہل وآسان سمجھ لیا ہے اور جن چیزوں سے جاہل بھڑک اٹھتے ہیں ان سے وہ جی لگائے بیٹھے ہیں وہ ایسے جسموں کے ساتھ دنیا میں رہتے ہیں کہ جن کی روحیں ملاء اعلیٰ سے وابستہ ہیں۔ یہی لوگ تو زمین میں اللہ کے نائب اور اس کے دین کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ ہائے ان کی دید کیلئے میرے شوق کی فراوانی (نہج البلاغہ ۸۵۲) مولا علیؑ کے قول کے مطابق اولیاء اللہ کی شناخت یہ طے پائی کہ وہ عالم باعمل ہوں گے اور ایسی شخصیات کو آپ نے اللہ کا نائب قرار دیا اس لئے کہ یہی لوگ دوسرے لوگوں کو دین کی دعوت دیں گے۔

پھر آپ ہدایت فرماتے ہیں'' اللہ کا کوئی شریک نہ ٹھہراؤ اور محمدؐ کی سنت کو ضائع وبرباد نہ کرو۔ ان دونوں ستونوں کو قائم وبرقرار رکھو اور ان دونون چراغوں کو روشن کئے رہو۔'' (نہج البلاغہ ۳۹۰) اس کے بعد فرماتے ہیں'' اللہ کے ذکر میں بڑھے چلو اس لئے کہ وہ بہترین ذکر ہے اور اس چیز کے

خواہشمند بنو کہ جس کا اللہ نے پرہیز گاروں سے وعدہ کیا ہے۔ نبیؐ کی سیرت کی پیروی کرو وہ، بہترین سیرت ہے اور ان کی سیرت پر چلو، کہ وہ سب طریقوں سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہے۔'' (نہج البلاغہ ۳۱۶) یہ وہ حضرات تھے جنہیں ہر وقت امت کا خیال رہتا تھا اور خواہشمند رہتے تھے کہ امت سیدھے راستے پر چلے۔ لہٰذا ان الفاظ میں ان خطرات سے دور رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں'' اے لوگو! مجھے تمہارے بارے میں سب سے زیادہ دو باتوں کا ڈر ہے ایک خواہشوں کی پیروی اور دوسرے امیدوں کا پھیلاؤ۔ خواہشوں کی پیروی وہ چیز ہے جو حق کو روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔(نہج البلاغہ ۱۸۵) اس کی اصلاح کیسے ہوتی ہے ؟ آپ اس ضمن میں نصیحت فرماتے ہیں'' تقویٰ کے لئے اللہ سے اعانت چاہو اور تقرب الٰہی کے لئے اس سے مدد مانگو، اس لئے کہ تقویٰ آج دنیا میں پناہ وسپر ہے اور کل جنت کی راہ ہے۔ اسے اپنے دلوں کا شعار بناؤ اور گناہوں کو اس کے ذریعہ دھو ڈالو'(نہج البلاغہ ۱۱۵) عصبیت سے پاک معاشرہ کے سلسلے میں ہدایت فرماتے ہیں'' دیکھو! اپنے سرداروں اور بڑوں کا اتباع کرنے سے ڈرو کہ جو اپنی جاہ وحشمت پر اکڑتے ہیں اور نسب کی بلندیوں پر غرہ کرتے ہیں۔ یہی لوگ تو عصبیت کی عمارت کی گہری بنیاد ہیں' (نہج البلاغہ ۵۱۹) ایرانی شاعر جامی نے مولا علیؑ کے ان ارشادات کو کس خوبصورت انداز میں ایک شعر میں سمو دیا ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دراین راہ فلان ابن فلان چیزی نیست

فضیلت کے بارے میں خطبہ حجۃ الوداع کی تفسیر ان الفاظ میں فرماتے ہیں'' فضیلت ان کے لئے ہے جو پرہیز گار ہیں اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے انہوں نے آنکھیں بند کرلیں اور فائدہ مند پر کان دھر لئے ہیں۔ ان کے نفس زحمت وتکلیف میں بھی ویسے رہتے ہیں جیسے آرام وآسائش میں۔'' (نہج البلاغہ ۵۱۴) وہ کون لوگ ہیں؟ انہیں کیسے پہچانا جاسکتا ہے؟ آپ ان کی شناخت بتلاتے ہیں'' ان کے بدن، لاغر، ضروریات کم، اور نفس، نفسانی خواہشات سے بری ہیں۔ دنیا نے انہیں چاہا مگر انہوں نے دنیا کو نہیں چاہا۔ اس نے انہیں قیدی بنایا تو انہوں نے اپنے نفس کا فدیہ دے کر اپنے کو چھڑا لیا۔ دن ہوتا ہے تو وہ دانشمند عالم، نیکو کار اور پرہیزگار نظر آتے ہیں۔'' (نہج البلاغہ ۵۴۲)

قرآن حکیم کی اس آیت'' ایسے لوگ جنہیں خرید وفروخت ذکر خدا سے غافل نہیں کرتی'' کی

تفسیر ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔ وہ لوگ ایسے ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت ذکرالٰہی سے غافل نہیں بناتی۔ کچھ اہل ذکر ہوتے ہیں جنہوں نے یادِ الٰہی کو دنیا کے بدلے میں لے لیا ہے۔ انہیں نہ تجارت اس سے غافل رکھتی ہے نہ خرید وفروخت اسی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں۔'' (نہج البلاغہ ۸۳۴) عبادت کی مختلف اقسام اور نیت کے بارے میں بتاتے ہیں۔'' ایک جماعت نے اللہ کی عبادت ثواب کی رغبت وخواہش کے پیش نظر کی، یہ سودا کرنے والوں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے خوف کی وجہ سے اس کی عبادت کی، یہ غلاموں کی عبادت ہے اور ایک جماعت نے ازروئے شکر وسپاس گذاری کی عبادت کی، یہ آزادوں کی عبادت ہے'' (نہج البلاغہ ۸۷۶) لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں'' اے خدا کے بندے! جھٹ سے کسی پر گناہ کا عیب نہ لگانا۔ شاید اللہ نے وہ بخش دیا ہو اور اپنے کسی چھوٹے گناہ کے لئے بھی اطمینان نہ کرنا شاید کہ اس پر تجھے عذاب ہو'' (نہج البلاغہ ۳۸۶)

دنیا کے بارے میں فرماتے ہیں'' تم اس دارِ دنیا میں جو تمہارے رہنے کا گھر نہیں ہے، مسافر راہ نورد ہو اس سلسلے میں تمہیں کوچ کرنے کی خبر دی جا چکی ہے اور اس میں رہتے ہوئے تمہیں زادِ راہ کے مہیا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔'' (نہج البلاغہ ۴۸۵) صوفیا پر ا یک الزام اکثر جہلا لگاتے ہیں کہ انہوں نے دنیا چھوڑنے کی تبلیغ کی۔ دراصل وہ جماعت تارک الدنیا کے معنی کو ہی نہ سمجھ سکی۔ صوفیا کے ولی کا ارشاد ہے۔'' بلا شبہ دنیا اس شخص کے لئے جو باور کرے، سچائی کا گھر ہے اور اسکی باتوں کو سمجھے اس کے لئے امن وعافیت کی منزل ہے اور اس ے زادِ راہ حاصل کرے، اس کے لئے دولتمندی کی منزل ہے اور جو اس سے وعظ ونصیحت حاصل کرے اس کے لئے وعظ ونصیحت کا محل ہے۔ یہ دوستان خدا کے لئے عبادت کی جگہ ہے۔ اللہ کے فرشتوں کے لئے نماز پڑھنے کا مقام، وحی الٰہی کی منزل اور اولیاء اللہ کی تجارت گاہ ہے اس میں انہوں نے فضل ورحمت کا سودا کیا اور اس میں رہتے ہوئے جنت کو فائدہ میں حاصل کرلیا۔ تو اب کون ہے جو دنیا کی برائی کرے جب کہ اس نے اپنے جدا ہونے کی اطلاع دے دی ہے۔'' (نہج البلاغہ ۸۴) اسلام رہبانیت میں یقین نہیں رکھتا۔ جب علاء ابن زیاد نے کہا کہ یا امیر المومنین ! مجھے اپنے بھائی عاصم ابن زیاد کی آپ سے شکایت کرنی ہے۔ حضرت نے پوچھا کیوں؟ اسے کیا ہوا؟ علاء نے کہا کہ اس نے بالوں کی چادر اوڑھ لی ہے اور دنیا سے بالکل بے لگاؤ ہوگیا ہے۔ تو حضرت نے کہا کہ اسے میرے پاس لاؤ۔ جب وہ آیا تو آپ

نے فرمایا : اپنی جان کے دشمن تمہیں شیطان خبیث نے بھٹکا دیا ہے، تمہیں اپنی آل اولاد پر ترس نہیں آتا کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ اللہ نے جن پاکیزہ چیزوں کو تمہارے لئے حلال کیا ہے اگر تم انہیں کھاؤ یا برتو گے تو اسے ناگوار گزرے گا۔ تم اللہ کی نظروں میں اس سے زیادہ گرے ہوئے ہو کہ وہ تمہارے لئے یہ چاہے''۔ (نہج البلاغہ ۵۷۲)

حدیث محمد رسولؐ اللہ یہ ہے کہ، الکاسب حبیب الله ، روزی کمانے والا اللہ کا دوست ہے۔ امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ امام علیؑ پھاوڑا چلاتے تھے اور زمین کو قابل کاشت بناتے تھے۔ اسلام نے حلال روزی کمانے کو عبادت کا درجہ دیا ہے۔ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا فرماتے ہیں ''خدایا، میری آبرو کو غنا وتونگری کے ساتھ محفوظ رکھ اور فقر وتنگ دستی سے میری منزلت کو نظروں سے نہ گرا کہ تجھ سے رزق مانگنے والوں سے رزق مانگنے لگوں۔'' (نہج البلاغہ ۶۱۴)

ایوب بن علیہ خدا کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادقؑ کو یہ فرماتے ہوئے سنا : رسول اللہؐ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو حضرت علیؑ کے حصہ میں زمین آئی۔ آپ نے اس زمین میں چشمہ کھودا اور اس کا نام ینبع رکھا۔ لوگوں نے علیؑ کو اس کے لیے مبارک باد دی، تو آپ نے فرمایا : ''اس کے اصل وارث کو بشارت دو۔ میں نے اسے خدا کی راہ میں حج کرنے والوں کے نام وقف کردیا۔ یہ کبھی فروخت نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی کو ہبہ کی جاسکتی ہے اور نہ یہ وراثت میں کسی کو حاصل ہوگئی'' مسلمان اس نکتے کو سمجھیں کہ جو زمین کا ٹکڑا انہیں ملا اس کو مولا علیؑ نے موروثی زمینداری میں تبدیل نہیں کیا، بلکہ حجاج کے لئے وقف کردیا اور اپنی روزی کا ذریعہ مزدوری پر ہی رکھا۔ جب انہیں اطلاع ملی کہ عثمان بن حنیف والیٔ بصرہ نے بصرہ کے جوانوں میں سے ایک جوان کی دعوت کو قبول کیا تو آپ ان الفاظ میں تنبیہ فرماتے ہیں: ''تم لپک کر ان کی دعوت کھانے پہنچ گئے کہ رنگا رنگ کے عمدہ کھانے تمہیں کھانے کو ملیں۔ مجھے امید نہ تھی کہ تم ان لوگوں کی دعوت قبول کرو گے جن کے یہاں سے فقیر ونادار دھتکارے گئے ہوں اور دولت مند مدعو ہوں ۔ جو لقمے چباتے ہو انہیں دیکھ لیا کرو اور جس کے متعلق شبہ بھی ہو، اسے چھوڑ دیا کرو اور جس کے پاک وپاکیزہ طریق سے حاصل ہونے کا یقین ہو اس میں سے کھاؤ''۔ (نہج البلاغہ ۷۲۵)

حضرت محمدؐ کا دوست وہ ہے جو اللہ کی اطاعت کرے اور ان کا دشمن وہ ہے جو اللہ کی نافرمانی کرے، اگر چہ نزدیکی قرابت رکھتا ہو۔'' (نہج البلاغہ ۸۳۲) حضرت امام جعفر صادقؑ صوفی کی

تعریف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں'' جو باطن رسول پر زندگی بسر کرے وہ صوفی ہے'' رابعہ عدویہ رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ'' شیطان اللہ کا دشمن ہے تم اس کو دشمن رکھتی ہو؟ کہا کہ مجھ کو اللہ کی محبت سے اتنی فرصت کہاں کہ اس کی طرف توجہ بھی کروں۔''

صوفیا نے حضرت علیؑ کی ولایت کو رسول اکرمؐ کے اس ارشاد کے مطابق میرے بعد''علیؑ میرے وصی ہوں گے اور علیؑ بھی اس کے ولی ہیں جس کا میں مولا ہوں'' جو راستہ حضرت علیؑ نے اپنا یا کہ'' اگر میں نے ان باتوں پر عمل نہ کیا جن پر آنحضرتؐ عمل کرتے تھے تو مجھے ڈر ہے کہ میں ان سے ملحق ہی نہ ہوسکوں گا۔'' وہی اتباع صوفیاء نے کی کہ ان باتوں پر عمل کیا کہ جن پر آنحضرت عمل کرتے تھے اور ان کے بعد حضرت علیؑ کو اپنا ولی تسلیم کیا جیسا کہ حسن نظامیؒ نے کہا تھا۔'' خدا کے بعد نبیؐ ہیں، نبیؐ کے بعد علیؑ'' صوفیاء کا یہی راستہ ہے۔ پھر صوفیا نے جس پر سختی سے عمل کیا وہ مولا علیؑ کا ارشاد ہے۔'' جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے۔'' (نہج البلاغہ ۸۳۷) لہٰذا جن راستوں پر حضرت علیؑ نے چلنے کو کہا، مثلاً زہد وتقویٰ اختیار کرنے، عالم باعمل، نبی کی سیرت کی پیروی، جاہ وحشمت اور اکل حلال حاصل کرنے اور لقمہ حرام سے دور رہنے، دنیا اور دنیا والوں کے درمیان رہنے، نفس کو نفسانی خواہشات سے آزاد رکھنے، ذکر خدا سے غافل نہ رہنے، لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھنے۔ صوفیا نے پوری طرح مولا کے ان ارشادات پر سختی سے عمل کیا تاکہ ان کو صفائی قلب حاصل ہوسکے۔ اس لئے ابن حجر نے صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ روز قیامت لوگوں سے علی ابن ابی طالب کی ولایت کی نسبت پوچھا جائے گا۔ اسی لئے میرے مورث اعلیٰ شاہ ہمدان اپنی کتاب القربیٰ کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ'' بہ طلب برکت کلام قدیم اس کا نام مودۃ القربیٰ رکھا تاکہ مجھے اللہ تعالیٰ ان حضرات علیہم السلام سے میرے ملاقی ہونے کا وسیلہ بنائے''۔

۶۶۱ء میں خلافت کے خاتمہ اور موروثی ملوکیت، جس کے بانی معاویہ تھے کے قیام نے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا۔ اس کی بین مثال یہ ہے کہ مسلمانوں سے جزیہ وصول کیا گیا تاکہ اموی حکومت کو غیر مسلموں کے اسلام قبول کرنے سے مالی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ سیاست، سماج اور ہر طرح سے شکل ہی بدل دی گئی۔ ان حالات میں اسلام کی بقاء وتبلیغ کے لئے کام کرسکیں۔ کیونکہ ان اموی، عباسی، حکمرانوں، سلاطین، بادشاہوں اور نوابین کی سیاسی، معاشی اور سماجی پالیسیوں اور ظلم کا حصہ نہ بن

سکیں۔مولانا ضیاء الدین برنی جو چودھویں صدی کے مورخ اور سیاسی مفکر ہیں اور حضرت نظام الدین اولیاء کے مرید بھی ایک واقعہ لکھتے ہیں۔''ہارون الرشید بیٹھا تھا کہ قاضی ابو یوسف تشریف لائے، ہارون الرشید نے ان سے کہا کیا آپ ایسا کرسکتے ہیں کہ کسی طرح داؤد طائی سے میری ملاقات کرادیں، میں نے سنا ہے کہ آپ نے اور انہوں نے ابو حنیفہ کے پاس ایک ساتھ تعلیم حاصل کی ہے؟ قاضی ابو یوسف نے خلیفہ کو جواب دیا، میں جب غریب تھا وہ مجھ کو اندر بلوا لیتے تھے لیکن جب سے میں قاضی ہوا ہوں میں بیس مرتبہ ان سے ملنے ان کے دروازہ پر گیا ہوں مگر انہوں نے مجھے اندر نہیں بلایا۔در اصل داؤد طائی نے ''حب دنیا کو خلوصِ دل کے ساتھ دشمن بنا لیا ہے'' یہ تھا ان حضرات کا ان حکمرانوں اور ان کے انتظامیہ میں شامل لوگوں سے نفرت کا عالم۔

تصوف وعرفان اور صوفیا کی مخالفت علماء کی ایک بڑی تعداد نے کی جن میں سنی وشیعہ علماء شامل تھے۔ان میں ابن تیمیہ کا نام سرِفہرست لیا جاسکتا ہے۔ایران میں صفوی دور میں تصوف کو نشانہ بنایا گیا لیکن اسی دور کے ایک ایرانی عالم قاضی سید نور اللہ شوشتری نے اپنی تصنیف مجالس المومنین میں باب تصوف قائم کیا ہے اور صوفیا کی سوانح بھی لکھی ہے۔صفوی دور کے ان شیعی علماء کے اثرات کو عراق کے شیعی علماء نے بھی قبول کیا اور وہاں سے فارغ شیعی علماء نے اس تحریک کو ہندوستان میں بھی جاری کیا۔ ہندوستان میں مغل عہد سے لے کر نوابان اودھ تک علماء کی ایک بڑی تعداد کو حکومت کی جانب سے زمینیں ملیں اور ۱۶۹۰ء میں اورنگ زیب نے علماء کو دی ہوئی مدد معاش کی زمینوں کو زمینداری میں تبدیل کرکے ان علماء اور ان کے وارثین کا موروثی حق ان زمینوں میں قائم کردیا۔ مدد معاش گرانٹس کے وہ فرامین اس کا بین ثبوت ہیں۔ پھر مغل حکومت کے زوال اور اودھ کی حکومت کے زوال کے بعد برٹش سرکار نے بھی علماء کو زمینداریوں اور القاب سے نوازا اور ان کی برٹش دربار میں نشست کو ریزرو کیا گیا۔ ان قصبات سے متعلق تحصیل کے محافظ خانہ میں رکھے ہوئے ریکارڈس ان کے زمیندارانہ حقوق کی آج بھی گواہی دے رہے ہیں۔محلات وحویلیوں میں رہائش اختیار کی۔ گھوڑے اور بگیاں سواری کے لئے مہیا تھیں۔مولا علیؑ کا تو ارشاد ہے: 'جو ہم اہل بیت سے محبت کرے اسے جامہ فقر پہننے کے لئے آمادہ رہنا چاہئے''۔حضرت نظام الدین اولیاء غیاث پورہ سے کلو کھڑی نماز جمعہ کیلئے ضعیفی کے عالم میں پیدل جاتے تھے۔ جب کسی نے انہیں سواری کے لئے گھوڑا دینا چاہا تو آپ نے فرمایا کہ کیا میرا ثواب کم کرنا چاہتے ہو۔ میر سید علی ہمدانی اپنی گذر اوقات

ٹوپیاں سی کر کیا کرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے بتائے ہوئے عبادات وتقویٰ اور فقر امتیاز ہے، جس کی صحیح معنوں میں اتباع صوفیائے کرام ہی نے کی۔ انہوں نے دنیا کو عبادت کی جگہ بنایا۔ لیکن جب دنیا نے انہیں قیدی بنانا چاہا تو انہوں نے اپنے نفسوں کا فدیہ دے کر چھڑایا۔ اور اس میں رہتے ہوئے جنت کا فائدہ حاصل کرلیا۔

ہندوستان میں صوفیائے کرام نے اسلام کی تبلیغ اور محبت اہل بیتؑ کی اشاعت کا کام کیا اور ہندوستان جیسے ملک میں ، جہاں مختلف مذاہب نے جنم لیا تھا، اسلام کو ہندوستانی سماج وثقافت کا حصہ بنا دیا اور آپس میں ایسے میل ومحبت کی بنیاد ڈالی کہ جس کا ثبوت آج بھی ان کی وہ یادگاریں ہیں جو ان کے انتقال کے سات سوسال بعد آج بھی اسی یکجہتی کا مرکز بنی ہوئی ہیں کیونکہ صوفیائے کرام نے مولاعلیؑ کے ارشاد کے مطابق فقر کا جامہ پہن لیا تھا۔ سلاطین، امراء، نوابین اور زمیندار جن فقیروں اور ناداروں کو دھتکارتے تھے، ان کے مسیحا بن گئے ۔کل ان کی خانقاہیں،طلباء، غریب، نادار، مریض، پریشان حال، دنیا کے ستائے ہوئے اور بے گھر بے درلوگوں کے لئے لطف وکرم کا مرکز بنی ہوئی تھیں اور آج بھی ان کی درگاہیں مرکز بنی ہوئی ہیں۔صوفیا مولاعلیؑ کی ولایت کے اس طرح قائل تھے:

چنین کہ از در ہمت گدائے کوے تو شد
کہ ہیچ سلطنتی خوشتر از گدائی نیست

ہم اسی لئے ہمت سے کام لے کر تیری گلی کے فقیر بن گئے ہیں کہ کوئی بادشاہت تیرے در کی فقیری سے بہتر نہیں۔

☆